بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء

روزنامہ الفضل لاہور

۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ

جلد ۳ | ۳۱ فتح ۱۳۲۸ ہش | ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء | نمبر ۲۹۶

احمدیت کے مستقل اور دائمی مرکز قادیان سے پچاس پاکستانی زائرین کی مراجعت

واہگہ کی سرحد اور رتن باغ میں پُرتپاک خیر مقدم کا پُرکیف نظارہ

لاہور ۳۰ دسمبر: ان پچاس خوش نصیب زائرین کا قافلہ جو مکرم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی قیادت میں ۲۵ دسمبر کو احمدیت کے مستقل اور دائمی مرکز کی زیارت سے شرفیاب ہونے کے لئے قادیان روانہ ہوا تھا۔ آج سوا تین بجے سہ پہر کے قریب واہگہ کے مقام پر سرحد عبور کر کے واپس پاکستان پہنچ گیا۔ پاکستانی حدود میں داخل ہوتے ہی تمام زائرین نے جو دو لاریوں میں سوار تھے۔ علی الترتیب "پاکستان زندہ باد" "احمدیت زندہ باد" "حضرت امیر المؤمنین زندہ باد" کے پُرجوش نعرے بلند کئے۔ مکرم جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے۔ چوہدری اعجاز نصر اللہ صاحب نائب ناظر امور عامہ اور جماعت احمدیہ لاہور کے بہت سے احباب نے جن میں پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب۔ چوہدری اسد اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر عبد الحق صاحب کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں آگے بڑھ کر زائرین کا استقبال کیا۔ اور مرکز سلسلہ کی زیارت سے شرفیاب ہونے پر مبارکباد پیش کی۔ امیر قافلہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے استقبال کرنے تمام احباب کو لاری سے اُترتے ہی درویشان قادیان کا ایک نہایت مختصر لیکن حد درجہ میٹھا پیغام سنایا۔ جو "السلام علیکم" اور "دعا کی درخواست" کے دو مختصر جملوں پر مشتمل تھا۔

(باقی دیکھو صفحہ ۸)

...کو زمرہ اقوام عالم میں اس کا جائز مقام عطا کرے اور انڈونیشی عوام کو اسلام کے سچے اور بہادر سپوت بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

لاہور ۳۰ دسمبر: چونکہ اس واقعہ کے پیش نظر کہ مسٹر الطاف حسین ایڈیٹر "ڈان" کراچی نے فلم "الوری بڑی ڈرائٹ" کو دیکھ کر بیان جاری کیا ہے کہ فلم میں نبی کریمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا کے متعلق کوئی مماثلت نہیں ہے چنانچہ پاکستان موشن پکچر ایسوسی ایشن لاہور...

ربوہ کی مقدس سرزمین میں شمع احمدیت کے تیس ہزار پروانوں کا اجتماع

فدائیت۔ اخلاص و عقیدت اور مرکز سے وابستگی کا ایمان افروز مظاہرہ

لاہور ۳۰ دسمبر: امسال جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ "ربوہ" کی مقدس سرزمین میں حسب معمول ۲۶ دسمبر سے شروع ہو کر ۲۸ تاحال تک جاری رہا۔ اس مقدس جلسے کے فیوض و برکات سے فائدہ اٹھانے کے لئے جس کی بناء آج سے قریباً نصف صدی قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ڈالی تھی۔ ربوہ کی بے آب و گیاہ وادی میں شمع احمدیت کے تیس ہزار پروانوں نے جمع ہو کر فداکاری۔ اخلاص و عقیدت اور مرکز سے وابستگی کا نہایت ایمان افروز مظاہرہ کیا۔ اور اس طرح دنیا پر ایک بار پھر یہ واضح کر دیا کہ الٰہی جماعتیں کبھی مرکز سے بے مرکز نہیں ہوا کرتیں۔ اور ہر ابتلاء کا وہ نہایت مردانہ وار مقابلہ کر کے مرکزیت کے احساس کو بہر صورت زندہ و برقرار رکھتی ہیں۔

ربوہ کی بے آب و گیاہ میدان جو تین طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ رہائشی خیموں کی دور تک پھیلی ہوئی قطاروں اور بے شمار کچی بیرکوں کی وجہ سے ایک فوجی کیمپ یا چھاؤنی کا منظر پیش کر رہا تھا جس میں لئے پاکستان اور لوائے احمدیت فضا میں لہلہا کر گرد و نواح کے علاقے میں دور دور تک اس بات کا پتہ دے رہے تھے۔ کہ مسیح آخر الزمان کے پیرو دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے جمع کرنے کا عزم لیکر اٹھے ہیں۔ آج یہاں جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی تحمید و تمجید میں مصروف ہیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ پہاڑ کے دامن میں کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے پڑا ہے۔ اور اس میں شک بھی نہیں کہ یہ اجتماع واقعی ان مردان مجاہد کا اجتماع تھا جو جہاد کبیر کا فریضہ ادا کرنے کی خاطر ہر جگہ اور ہر مقام پر میدان تبلیغ میں اترے ہوئے ہیں۔

شمع احمدیت کے یہ پروانے اپنے پیارے امام کے روح پرور ارشادات سننے کے بعد جن کے لئے وہ سال کا ایک ایک دن انتظار میں گذارتے ہیں اپنے ایمانوں کو تازہ کر کے ایک نئے جوش اور ایک نئے ولولے اور نئے عزم کے ساتھ واپس لوٹے کہ دنیا میں حق کو آشکار کرنے کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہمیشہ آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں گے۔

جلسے کے روح پرور حالات پُرمعارف تقاریر اور دیگر کوائف کا حال الفضل کے صفحات میں ملاحظہ فرمایئے۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین کی افتتاحی تقریر اور پہلے دو اجلاسوں کی کارروائی ہدیہ ناظرین کی جا رہی ہے۔ باقی حالات انشاء اللہ آئندہ پرچوں میں پیش کئے جائیں گے۔

انڈونیشی صدر کے نام مبارکباد کا تار
تیس ہزار احمدیوں کی طرف سے

لاہور ۳۰ دسمبر: سلسلہ عالیہ کے ناظر امور خارجہ مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ربوہ سے حسب ذیل تار انڈونیشیا کے صدر ڈاکٹر سوئیکارنو کے نام یوم آزادی پر ارسال کیا۔

آپ کے ملک کو کامل آزادی اور خود اختیاری کا حق اور نعمت مل جانے پر جماعت احمدیہ کے ۳۰ ہزار افراد جو ربوہ میں جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے جمع ہوئے تھے۔ کے ایک اجلاس نے جو امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ از راہ کرم اس ہدیہ مودت کو ان کی طرف بلکہ ساتھ ہی ساری دنیا کے احمدیوں کی طرف سے قبول کیا جائے۔ یہ اجلاس دعا گو ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انڈونیشیا کو...

جشن عید میلاد النبی صلعم

بوقت ۲ بجے بعد از دوپہر بتاریخ ۲ جنوری ۱۹۵۰ء بمقام دیوان عام قلعہ لاہور

سواران پولیس۔ یونیورسٹی او۔ ٹی۔ سی۔ پاسبان۔ قومی رضاکار اور سکاؤٹ آنریبل ملک محمد انور کو سلامی دیں گے۔

اس کے بعد

جلسہ عام ہوگا۔ جس کی صدارت ہز ایکسی لینسی گورنر بہادر فرمائیں گے۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری اور ثاقب زیروی نعت و سلام پیش کریں گے۔ اور مسٹر ڈلشالرچا مسٹر سی۔ ای گبن۔ ریورنڈ نجم الدین مسٹر ویرسین ساہنی۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی۔ آنریبل ملک محمد انور اور ہز ایکسی لینسی سردار عبد الرب نشتر تقاریر فرمائیں گے۔

داخلہ عام ہوگا۔ لیکن کرسیاں صرف ان خواتین و حضرات کے لئے مہیا ہوں گی۔ جن کے پاس دعوت نامہ ہوگا۔ دعوت نامے حسب قواعد افسر انچارج انفارمیشن سے دفتر ڈپٹی کمشنر صاحب میں یکم جنوری ۱۹۵۰ء کے ایک بجے تک روزانہ مل سکیں گے۔

آمد و رفت قلعہ کے محض جنوبی دروازے اور زینہ سے ہوگی۔ پردہ دار خواتین کے لئے قلعہ کا مسجدی دروازہ جو قلعہ کے مشرق میں ہے مخصوص ہوگا۔

پردہ کا خاص انتظام ہوگا

ایڈیٹر: روشن دین تنویر بی اے ایل ایل بی

مسعود احمد پرنٹر پبلشر نے لمیٹڈ پنجاب پرنٹنگ پریس موہن لال روڈ لاہور میں چھپوا کر ۳ میکلگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

روزنامہ — الفضل — لاہور
۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء

جنگل میں منگل

مرکز "ربوہ" کے دوسرے جلسہ سالانہ کے بعد آج الفضل کا پہلا پرچہ شائع ہو رہا ہے۔ وادیٔ ربوہ کا مقدس غبار ابھی تک نہ صرف جسموں سے دامنگیر ہے۔ بلکہ ایک مقدس نشہ کی طرح دل و دماغ پر بھی چھایا ہوا ہے۔ جلسہ میں ہم نے کیا دیکھا اور کیا محسوس کیا۔ ان باتوں کو معرض تحریر میں لانا ہمارے قلم کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔ جب انسان معمولی حواس خمسہ کی کیفیات کو الفاظ میں بیان کرنے پر قادر نہیں تو فوق الحواس کیفیات کو کس طرح بیان کر سکتا ہے۔ بے شک ہم نے اس جلسہ میں اپنی آنکھوں سے بہت کچھ دیکھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا دیدار کیا۔ سلسلہ احمدیہ کے علماء اور بزرگان کی زیارت کی۔ فدائیان احمدیت کے ہجوم دیکھے وسیع و عریض جلسہ گاہ دیکھی۔ مقدس غبار اڑتا ہوا اور اپنے آپ سے بغلگیر ہوتے ہوئے دیکھا۔ غبار سے اٹے ہوئے بشاش اور نورانی چہرے دیکھے۔ موٹروں اور تانگوں سے غبار کے بادل بنتے اور مٹتے دیکھے ٹیوب ویل سے پانی کا دھارا نکلتے دیکھا۔ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتے دیکھا۔ مٹی اور پھوس کی بارکیں دیکھیں۔ اور خیموں کا شہر دیکھا۔ دفاتر دیکھے کارکنوں کے کوارٹر دیکھے۔ پرانا اور نیا بازار دیکھا۔ دکانیں اور دکانوں پر لوگوں کے جھرمٹ دیکھے۔ میدان کی وسعت اور پہاڑیوں کا نصف دائرہ پہاڑی پر چڑھ کر جلسہ گاہ اور آبادی کا نظارہ لنگر خانے دیکھے۔ لنگر پر کھانا لینے والوں کی ٹولیاں اور قطاریں دیکھیں۔ روشنی کا سامان بٹتے دیکھا ریڈیو پر نمازیوں کی حد نظر سے دور تک پھیلی ہوئی قطاریں دیکھیں۔ الغرض ہم نے اپنی آنکھوں سے اتنی چیزیں دیکھیں کہ سب کی فہرست دینے کے لئے بھی کئی کالموں کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر مشکل چیز جو ہے وہ اس کیفیت کا اظہار ہے جو یہ سب کچھ دیکھ کر ہمارے دل پر طاری ہوئی۔ ایک وادی بے آب و گیاہ میں پانی کے اتنے چشمے اللہ اللہ چند دنوں میں کیا سے کیا ہو گیا۔ کھاری پانی کے پمپ اور میٹھے پانی کے پمپ دونوں مزے موجود۔ پھر سینکڑوں شیشم کے پودے وہاں جہاں گھاس کی ایک پتی بھی نایاب تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ تو صرف آنکھوں کے تاثرات ہیں ان پر کانوں کے تاثرات مزید برآں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقاریر ہی کچھ کم نہیں۔ پھر صبح کے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے اذانوں کی صدائیں اور ان کی گونجیں بزرگان سلسلہ کی دلنواز اور حقیقت افروز تقاریر۔ مساجد میں درس۔ عزیزوں کی گفتگوئیں۔ بچوں کی دل لبھانے والی آوازیں کانوں کی ضیافت کے لئے کیا کچھ نہ تھا۔ ربوہ کی ہوا اور غبار کا لمس دوستوں کے معانقے قوت لمس کے لئے سامان راحت تھے۔ تو ربوہ کا پانی اور خدائی لنگر کا کھانا کام و دہن کی تسکین۔ ہوٹلوں اور مٹھائی کی دوکانوں سے قوت شامہ بھی اپنے حصہ لذت سے محروم نہ رہی۔ ایک وادی غیر ذی زرع میں ظاہری حواس خمسہ کے لئے پورا پورا سامان حظ موجود تھا۔ کتنا انقلاب ہے اور یہ سب انقلاب صرف ایک اولو العزم کا کارنامہ ہے۔ ایک سچے مومن کے مضطرب دل کی تمنا۔

اور موٹروں پر سے آنے والوں کو ایک دوسرے پر گرتے ڈبوں سے سامان نکالتے قلیوں اور کارکنوں کو بھاگتے دیکھا۔ بچھڑے ہوئے دوستوں کے معانقے دیکھے۔ گیلریوں اور فرش زمین پر ہزارہا مشتاقین کا عالم سکوت ملاحظہ کیا نظم و ضبط کا کمال دیکھا۔ اور پھر جلسہ گاہ اور اسٹیج

تم اس کو شیب کہو ہم شباب کہتے ہیں

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ نظم ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو تیسرے دن کے آخری اجلاس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے پہلے جناب ثاقب زیروی نے پڑھ کر سنائی۔

کھُلے جو آنکھ تو لوگ اسکو خواب کہتے ہیں
ہو عقل اندھی تو اس کو شباب کہتے ہیں

کسی کے حسن کی ہے اس میں آب کہتے ہیں
بنی ہے طین اُسی سے تُراب کہتے ہیں

وہ عمر۔ جس میں کہ باقی ہے عقل نور و جلا
تم اسکو شیب کہو ہم شباب کہتے ہیں

سُرورِ روح جو چاہے تو دل کی سُن آواز
کہ تارِ دِل ہی کو چنگ و رباب کہتے ہیں

وہ سلسبیل کا چشمہ کہ جس سے ہوں سیراب
حسد سے اسکو عدو کیوں سراب کہتے ہیں

نگاہِ یار سے ہوتے ہیں سب طبق روشن
رموزِ عشق کی اس کو کتاب کہتے ہیں

ہمیں بھی تجھ سے ہے نسبت او رندِ بادہ نوش
نگاہِ یار کو ہم بھی شراب کہتے ہیں

جو چاہے تُو تو وہی غیر فانی بن جائے
وہ زندگی کہ جسے سب حُباب کہتے ہیں

یہ فخر کم نہیں مجھ کو۔ کہ دل مَسل کے مرا
وہ پیار سے مجھے خانہ خراب کہتے ہیں

بڑھا کے نیکیاں میری خطائیں کر کے معاف
وہ اس ظہورِ کرم کو حساب کہتے ہیں

فراق میں جو مری آنکھ سے بہے تھے اشک
اُنہی سے حُسن نے پائی ہے آب۔ کہتے ہیں

قدم بڑھا۔ کہ ہے دیدارِ یار کی ساعت
اُلٹنے والا ہے مُنہ سے نقاب کہتے ہیں

ہر صاحب استطاعت احمدی کا فرض ہے کہ الفضل خود خرید کر پڑھے اور زیادہ سے زیادہ اپنے غیر احمدی دوستوں کو پڑھنے کے لئے دے۔

چالاک شکاری نے آسمانی پرندوں کے جھنڈ پر فائر کیا مگر وہ پرندے ایک آواز پر پھر جمع ہو گئے

خدائے ذوالجلال کا ایک زندہ و تابندہ نشان

اپنے ازلی و ابدی آقا کے حضور ہماری عاجزانہ التجائیں

آؤ ہم دشمن کو گھٹنے ٹیک کر یہ اقرار کرنے پر مجبور کریں کہ دنیا کا معزز ترین انسان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہے

جلسہ سالانہ ۱۹۴۹ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

ربوہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۹ء سوا دس بجے صبح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ اور حضور نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہماری موجودہ مثال

ان کمزور پرندوں کی سی ہے جو دریا کے کسی خشک حصہ میں ستانے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور شکاری جو ان کی تاک میں لگا ہوا ہوتا ہے ان پر فائر کر دیتا ہے۔ اور وہ پرندے وہاں سے اڑ کر ایک دوسری جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم بھی آرام سے اور اطمینان سے دنیا کی چالاکیوں اور ہوشیاریوں اور فریبوں سے بالکل غافل ہو کر کیونکہ مومن چونکہ خود چالاک اور فریبی نہیں ہوتا۔ وہ دوسروں کی چالاکیوں اور فریبوں کا بھی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اپنے آرام گاہ میں اطمینان اور آرام سے بیٹھے تھے اور ارادے کر رہے تھے کہ ہم میں سے کوئی اڑ کر امریکہ جائے گا کوئی انگلستان جائے گا کوئی جاپان جائے گا۔ اور دین اسلام کی اشاعت ان جگہوں میں کریگا۔ لیکن چالاک شکاری اس تاک میں تھا کہ وہ ان غافل اور سادہ لوح پرندوں پر فائر کرے چنانچہ اس نے فائر کیا اور چاہا کہ وہ ہمیں منتشر کر دے۔ مگر ہماری جماعت جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پرندہ ہی قرار دیا گیا ہے اپنے اندر ایک

اجتماعی روح

رکھتی تھی۔

پرندے دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک پرندے وہ ہوتے ہیں جو اجتماعی روح اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور ایک پرندے وہ ہوتے ہیں جو اجتماعی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی تمہیں چند فاختائیں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آجائیں گی۔ کبھی کبھی تمہیں چند چڑیاں بھی اکٹھی بیٹھی ہوئی نظر آجائیں گی۔ مگر جب تم ان پر فائر کرو گے۔ تو ان میں سے کوئی مشرق کی طرف بھاگ جائے گی۔ کوئی مغرب کی طرف بھاگ جائے گی۔ کوئی شمال کی طرف بھاگ جائے گی۔ کوئی جنوب کی طرف بھاگ جائے گی۔ اور کوئی ان کے درمیانی کونوں کی طرف بھاگ جائے گی۔ اور اس فائر کے بعد صاف پتہ لگ جائے گا۔ کہ ان کا اتحاد عارضی تھا۔ ان کا اکٹھا ہونا ایک اتفاقی امر تھا۔ مگر جب تم مثلاً مرغابی پر فائر کرتے ہو یا مثلاً قاز پر فائر کرتے ہو۔ تو اس وقت ان کے اٹھتے وقت تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید وہ بھی پراگندہ ہونے لگے ہیں۔ مگر تھوڑی سی پرواز کے بعد تھوڑے سے انتشار اور پراگندگی کے بعد تم دیکھو گے کہ وہ پھر دائیں اور بائیں سے اکٹھے ہو کر

دوبارہ ایک جگہ پر

آ کر بیٹھ جائیں گے۔

مشرقی پنجاب سے بہت سی قومیں بہت سے گاؤں سے نکلے۔ بہت سے شہر نکلے۔ بہت سے علاقے نکلے۔ لیکن انہوں نے اپنے فعل سے ثابت کر دیا کہ وہ قومی روح اپنے اندر نہیں رکھتے تھے۔ وہ پراگندہ ہو گئے وہ پھیل گئے۔ وہ منتشر ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض جگہ پر بھائی کو بھائی کا۔ باپ کو بیٹے کا اور ماں کو اپنی لڑکی کا بھی حال معلوم نہیں۔ صرف

وہ چھوٹی سی قوم

وہ تھوڑے سے افراد جو دشمن کے تیروں کا ہمیشہ سے نشانہ بنتے چلے آئے ہیں۔ اور جن کے متعلق کہنے والے کہتے تھے کہ دشمن کے حملہ کا ایک ریلا آنے دو۔ پھر دیکھو گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جونہی حملہ ہوا یہ لوگ متفرق ہو جائینگے منتشر اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ وہی ہیں جو آج ایک مرکز پر جمع ہیں۔ وہ کثیر التعداد آدمی جو وہاں سے نکلے تھے وہ پھیل گئے وہ بکھر گئے وہ پراگندہ ہو گئے مگر وہ چھوٹی سی جماعت جس کے متعلق کہا جاتا تھا۔ کہ ایک معمولی سا ریلا بھی آیا تو یہ ہمیشہ کے لئے منتشر ہو جائے گی۔ وہ مرغابیوں کی طرح اٹھی تھوڑی دیر کے لئے ادھر ادھر اڑی مگر پھر جمع ہوئی اور

ربوہ میں آکر

بیٹھ گئی۔ چنانچہ جو نظارہ آج تم دیکھ رہے ہو یہ خواہ اتنا شاندار نہیں جتنا قادیان میں ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ ابھی ہماری پریشانی کا زمانہ ختم نہیں ہوا لیکن اور کونسی قوم ہے جس کی حالت تمہارے جیسی ہے۔ اور کونسی جماعت ہے جو آج اس طرح پھر جمع ہو کر ایک مقام پر بیٹھ گئی ہے۔ یقیناً اور کوئی قوم ایسی نہیں۔ پس تمہارے اس فعل نے بتا دیا کہ تمہارے اندر ایک حد تک قومی روح ضرور سرایت کر چکی ہے۔ تم اڑے بھی۔ تم پراگندہ بھی ہوئے تم منتشر بھی ہوئے۔ مگر پھر جو تمہاری جبلت ہے جو تمہاری طینت ہے جو چیز تمہاری فطرت بن چکی ہے کہ تم ایک قوم بن کر رہتے ہو۔ اور ایک آواز پر اکٹھے ہو جاتے ہو۔ یہ فطرت تمہاری ظاہر ہو گئی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت تمہیں ہمیشہ کے لئے پراگندہ نہیں کر سکتی بے شک ابھی

یہ ایک بیج ہے

جو دکھائی دے رہا ہے۔ مگر یہ بیج بڑی برکت کی نشانی ہے بڑی رحمت کی نشانی ہے۔ اور آئندہ کے لئے بڑی امیدیں دلانے والی چیز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ یہ چیز اچھی بھی ہے بہتر بھی ہے۔ بلکہ ہمارے لئے فخر کا موجب بھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری پیدا کردہ نہیں بلکہ ہمارے خدا ہی کی پیدا کردہ ہے۔ اور ہم اس خوبی میں جو ہمارے اندر لوگوں کو نظر آتی ہے۔ اپنے خدا ہی کا ہاتھ دیکھتے ہیں۔ ایک خوبصورت حسینہ جس کی شادی کی جاتی ہے۔ اس کا خاوند اس کے نقش و نگار اور اس کی زینت دیکھ کر اس پر لٹو ہو جاتا ہے۔ مگر اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس زینت کے پیچھے مشاطہ کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی۔ تو اس کی بیوی بھی ایسی خوبصورت معلوم نہ ہوتی۔ اور جہاں مشاطائیں نہیں ہوتیں وہاں گھر کی رشتہ دار عورتیں اسے سجاتی ہیں۔ ہم بھی ایک دلھن کی طرح نکھر کر دنیا کے سامنے آئے ہیں۔ مگر ہمارے چہرے کا رنگ و روغن اور ہمارا نکھار بتا رہا ہے۔ کہ یہ حسن ہمارا نہیں۔ بلکہ ہمارے خدا یعنی

ازلی مشاطہ

کا بنایا ہوا حسن ہے اس لئے ہم اسی کے حضور میں ادب کے ساتھ اپنا سر جھکاتے اور اسی سے کہتے ہیں۔

اے مہربان آقا

جس نے ہم کو انتشار کے بعد پھر جمع کیا جس نے پریشانی کے بعد ہمیں پھر امن کا راستہ دکھایا۔ اور جس نے آئندہ کے لئے ہمیں بہت سی امیدیں دلائیں۔ اگر تیرے علم میں ہمارے لئے کوئی اور ابتلا بھی مقدر ہے تو ہم تجھ سے امید رکھتے ہیں کہ تو پھر بھی ہم کو پراگندہ نہیں ہونے دیگا۔ بلکہ اپنے خاص فضل اور مہربانی سے ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہماری خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے پھر ہم کو اکٹھا کر دے گا۔

پھر ہم کو جمع ہونے کی توفیق عطا فرما دے گا۔ اور اس وقت تک ہمارے ارادوں کو متزلزل نہیں ہونے دیگا۔ جب تک کہ ہم اسلام کو تمام دنیا میں قائم نہ کر دیں۔ ہمیں یہ امیدیں تیرے فضل نے دلائی ہیں۔ اور ہماری امنگیں تیری رحمت کا ہی نتیجہ ہیں۔ پس اے آقا ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ تو ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کر کے ہم میں وہ قومی روح پیدا فرما۔ جو دنیا کی فتح کے لئے ضروری ہے۔ اور ہم میں وہ یگانگت اور اتحاد پیدا فرما۔ جو دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور ہمارے لئے ایسے سامان پیدا فرما۔ کہ ہم دنیا میں ہر مشکل اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ اور ہمیشہ ایک جھنڈے کے نیچے جمع رہا کریں۔ تا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نام کو ہم دنیا میں پھیلا سکیں۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو اس دنیا کے چپہ چپہ پر قائم کر سکیں۔ اور وہ محسن ترین وجود جو آج مظلوم ترین وجود بنا ہوا ہے۔ اسکی شان اور عظمت کو دوبارہ دنیا میں قائم کر سکیں۔

مجھے اس وقت یاد تو کیا آگیا۔ ایک واقعہ تھا۔ جس کا اس بات کے کہتے کہتے میری

آنکھوں کے سامنے

نقشہ کھنچ گیا۔ ایک جنگ کے موقعہ پر انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہو گیا۔ نوجوان ایسے موقعہ پر غلطیاں کر ہی بیٹھتے ہیں۔ کسی نوجوان نے طعنہ دے دیا۔ کہ ارے مہاجرو تم اپنے گھروں سے نکالے ہوئے آئے۔ اور ہم نے تمہیں پناہ دی۔ اس پر مہاجرین بھی جوش میں آگئے۔ اور انہوں نے کہا۔ ہم وہ ہیں جنہیں خدا تعالےٰ نے سب سے پہلے اسلام کی شناخت کی توفیق بخشی۔ تم ہمارا کہاں مقابلہ کر سکتے ہو۔ بات بڑھتی چلی گئی۔ جھگڑا طول پکڑتا چلا گیا۔ اور آخر ایسی صورت اختیار کر گیا۔ کہ یکے بعد دیگرے اس میں دوسرے انصار اور مہاجر بھی شریک ہو گئے۔ اور یوں معلوم ہونے لگا۔ جیسے آج مہاجر اور انصار آپس میں لڑ ہی پڑیں گے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی ابن سلول دیرینہ منافق جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے مدینہ کی بادشاہت کے خواب دیکھ رہا تھا۔ بلکہ بعض روایتوں کے مطابق اس کے لئے تاج بھی بنایا جا رہا تھا۔ اور فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ کہ اسے تاج پہنا کر بادشاہ بنا دیا جائے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی آمد کی وجہ سے

اس کے تمام منصوبے

خاک میں مل گئے۔ اور وہ دل ہی دل میں بغض و کینہ کی آگ سے ہر وقت جلنے لگا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ اس طرح انصار اور مہاجر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ تو اس نے سمجھا کہ یہ انصار کو بھڑکانے کا ایک اچھا موقعہ ہے۔ وہ آگے بڑھا۔ اور اس نے کہا۔ اے انصار یہ تمہاری ہی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ کہ تم ان لوگوں کے منہ سے ایسی باتیں سن رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ تم ایسا قدم مت اٹھاؤ۔ مگر تم نہ مانے۔ اب شکر ہے۔ کہ میری بات تمہاری سمجھ میں آ رہی ہے۔ تم ذرا ٹھہرو اور مجھے مدینہ پہنچ لینے دو۔ پھر دیکھو گے۔ کہ مدینہ کا سب سے زیادہ معزز شخص، یعنی ۔۔ کمبخت (نعوذ باللہ) مدینہ کے سب سے زیادہ ذلیل آدمی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو وہاں سے نکال دیگا۔ اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جائے گا۔ عبداللہ کا بیٹا مومن تھا۔ وہ

ایک سچا مسلمان

تھا۔ جب اس نے اپنے باپ کی یہ بات سنی۔ تو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے کہا۔ یا رسول اللہ میرے باپ نے جو بات کہی ہے۔ اسکی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ آپ یہی سزا اسے دیں گے۔ لیکن میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اگر کسی اور مسلمان کو آپ نے کہا۔ اور اس نے میرے باپ کو قتل کر دیا۔ اور پھر کوئی کمزوری کا وقت مجھ پر آگیا۔ اور وہ مسلمان میرے سامنے آیا۔ تو ممکن ہے میرے دل میں خیال آجائے۔ کہ یہ میرے باپ کا قاتل ہے اور میں جوش میں آ کر اس پر حملہ کر بیٹھوں۔ اور اس طرح بے ایمان ہو جاؤں۔ یا رسول اللہ میری درخواست یہ ہے۔ کہ آپ مجھے ہی یہ حکم دیجئے۔ کہ میں اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔ تا کہ کسی مسلمان کا کینہ میرے دل میں پیدا نہ ہو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ کہ ہم تمہارے باپ کو قتل کریں۔ اس نے بات کی۔ اور اپنے اندرونہ کو ظاہر کر دیا۔ ہماری طرف سے

اس پر کوئی گرفت نہیں

اب بات بظاہر ختم ہو گئی۔ اور وہ آئی گئی ہو گئی۔ انصار اور مہاجر آپس میں پھر بغلگیر ہو گئے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول پھر ذلیل اور شرمندہ ہو کر اپنے خیمہ میں جا گھسا۔ پھر انصار اور مہاجرین میں بھائیوں بھائیوں کا سا نظارہ نظر آنے لگا۔ پھر ان میں محبت اور پیار کی باتیں ہونے لگیں۔ پھر لوگوں نے یہ نمونہ دیکھا۔ کہ ایک بدبخت انسان نے نہایت ہی گندے الفاظ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے متعلق کہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اسے انتہائی فراخ دلی سے معاف فرما دیا۔ پھر لشکر نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اور جب وہ اپنا کام پورا کر چکا۔ تو مدینہ کی طرف واپسی شروع ہو گئی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھول گئے۔ کہ عبداللہ نے کیا کہا تھا۔ عبداللہ بھی بھول گیا۔ کہ اس کمبخت نے کیا کہا تھا۔ مہاجر بھول گئے۔ کہ وہ انصار سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور انصار بھی بھول گئے۔ کہ وہ مہاجرین سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن ایک دل تھا۔ جس کی آگ بھڑک رہی تھی۔ جس کے شعلے دبنے میں نہیں آتے تھے۔ اور جو سر سے پاؤں تک جلا جا رہا تھا۔ اس وجہ سے کہ اس کے آقا اور اس کے سردار کو ایک شخص نے کہا۔ کہ (نعوذ باللہ) وہ ذلیل ترین وجود ہے مدینہ کا۔ اور جانتے ہو۔ وہ کون شخص تھا؟ وہ اسی عبداللہ کا اپنا بیٹا تھا۔ غیر اسکی بات بھول گئے۔ رشتہ دار اس کی بات بھول گئے۔ دوست اس کی بات بھول گئے۔ دشمن اسکی بات بھول گئے۔ لیکن اس کا بیٹا اس بات کو نہیں بھولا۔ اور بغیر اس واقعہ کے اسے اور کسی چیز کا خیال تک نہیں آیا۔ جس وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی سواری مدینہ منورہ میں داخل ہو چکی۔ اور اسلامی لشکر اندر داخل ہونے لگا۔ تو وہ لڑکا اپنی سواری سے کود کر گلی کے کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ اور جب اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو دیکھا۔ تو اس نے تلوار نکال کر اپنے باپ سے کہا۔ تمہیں یاد ہے۔ تم نے وہاں کیا الفاظ کہے تھے۔ تم نے کہا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل انسان ہے۔ اور تم سب سے معزز انسان ہو۔ خدا کی قسم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے تم کو معاف کر دیا۔ لیکن میں تمہیں

معاف نہیں کروں گا

اور تمہیں اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ جب تک تم تین دفعہ میرے سامنے یہ اقرار نہ کرو۔ کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سب سے زیادہ معزز انسان ہیں۔ باپ نے دیکھ لیا۔ کہ آج اس بیٹے کی تلوار میرے پیٹ میں جائے بغیر نہیں رہے گی۔ آج اسکی تلوار میرے دل کو چیرے بغیر نہیں رہے گی۔ اس نے اپنے سارے ہمنشینوں اور ہم مجلسوں کے سامنے جن میں وہ اپنی بادشاہت کی لافیں مارا کرتا تھا۔ اقرار کیا کہ ہاں میں مدینہ کا سب سے زیادہ ذلیل شخص ہوں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

سب سے زیادہ معزز انسان

ہیں۔

مجھے یہ واقعہ یاد آگیا۔ اور میں نے کہا۔ خدا کی رحمتیں ہوں عبداللہ کے بیٹے پر کہ اس نے اس طعنہ کو نہیں بھلایا۔ اور تب تک اس نے آرام نہیں کیا۔ جب تک اپنے باپ کے منہ سے اس نے یہ نہ کہلوا لیا۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہی سب سے زیادہ معزز وجود ہیں۔ اور اس کا باپ سب سے زیادہ ذلیل آدمی ہے۔ مگر خدا رحم کرے ہم پر بھی جن کے سامنے دنیا نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اتنی گالیاں دی ہیں۔ کہ کسی ذلیل ترین انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں۔ کسی کمینہ ترین انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں۔ کسی شیطان کے مثیل انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی گئیں۔ مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ ہمارے دلوں میں یہ جوش پیدا نہیں ہوتا۔ کہ ہم وہ بات غیر کے منہ سے کہلوا سکیں۔ جو عبداللہ کے بیٹے نے عبداللہ کے منہ سے کہلوائی۔ کس طرح ہم کو چین آ رہا ہے۔ کس طرح ہمارے دل ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہیں۔ اگر عبداللہ کے بیٹے جتنا ایمان ہی ہمارے دلوں میں ہوتا۔ حالانکہ چاہیئے تھا۔ کہ اس سے بہت زیادہ ایمان ہوتا۔ تو ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم اس وقت تک صبر نہ کرتے۔ جب تک دنیا کو

گھٹنے ٹیک کر

یہ الفاظ کہنے پر مجبور نہ کر دیتے۔ کہ دنیا کا سب سے زیادہ معزز وجود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ہے۔ اور اس کا دشمن سب سے زیادہ ذلیل ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی عنایت اور اسکی مہربانی سے آؤ ہم سچے دل سے یہ عہد کریں۔ کہ ہم کم سے کم عبداللہ کے بیٹے جتنا ایمان دکھائیں گے۔ اور جب تک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عزت کا اقرار دنیا سے نہیں کروا لیں گے اس وقت تک ہم

اطمینان اور چین

سے نہیں بیٹھیں گے۔

ایمان کہلانا تو ہمارا ایمان ہے۔ لیکن حقیقتاً خدا تعالیٰ کے پیدا کئے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آؤ ہم خدا تعالےٰ سے دعا کریں۔ کہ وہ مہربانی کر کے ہم لوگوں کو جو در حقیقت اس کے فضلوں کے مستحق نہیں۔ سخت کمزور ہیں۔ اور اعمال میں سست اور غافل ہیں۔ اپنا فضل نازل کر کے وہ ایمان بخشے۔ وہ غیرت بخشے۔ کہ ہمارے دلوں کی آگ سلگتی چلی جائے۔ بھڑکتی چلی جائے۔ یہاں تک کہ ہم پورے عزم اور ارادہ کے ساتھ دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور اس وقت تک آرام کا سانس نہ لیں۔ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی عزت اور آپ کی عظمت کو پھر دنیا میں قائم نہ کر دیں۔ اور وہ ظلم اور بے انصافی جو ہمارے آقا سے ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اس کا

بدلہ نہ لے لیں

مگر وہ بدلہ نہیں جو سروں کو تلوار سے کاٹتا ہے۔ بلکہ وہ بدلہ جو دلوں کو محبت سے بھرتا ہے۔ تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا نام پھر روشن ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کا جلال ایک دفعہ پھر ظاہر ہو جائے۔ پس آؤ میرے ساتھ دعا کرو۔ دل کے ساتھ۔ خشیت کے ساتھ۔ امیدوں کے ساتھ۔ اور اپنے عجز کے اظہار اور کمزوری کے اعتراف کے ساتھ۔ کیونکہ سچی دعا وہی ہوتی ہے۔ جو ایک طرف اپنی کمزوری اور عجز کا اعتراف رکھتی ہے۔ تو دوسری طرف خدا تعالےٰ کی رحمتوں سے اس میں مایوسی نہیں ہوتی۔

(اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی)

درخواست دعا

خاکسار کی والدہ محترمہ بعارضہ بخار سخت بیمار ہیں احباب جماعت صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ خاکسار سلطان احمد رہتی قائد مجلس خدام الاحمدیہ پیرکوٹ ضلع گوجرانوالہ

علماء واکابر سلسلہ کی ایمان افروز تقاریر

جلسہ سالانہ کا پہلا دن!

حضور کی افتتاحی تقریر کے بعد پہلا اجلاس باقاعدہ خانصاحب مولوی فرزند علی کی صدارت میں شروع ہوا۔ اور حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے **"ذکر حبیب"** کے موضوع پر ایک ایمان پرور تقریر پون گھنٹہ تک فرمائی۔ جس میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ادا کردہ ارشادات و نصائح کو اپنے مخصوص دلفریب انداز میں بیان کیا۔ مفصل تقریر بعد میں شائع کی جائے گی۔

اس کے بعد مکرم جناب ثاقب صاحب زیروی نے "تعمیر ربوہ" کے عنوان سے ایک نظم سنائی۔ جس کے بعد سلسلہ کے مبلغ **گیانی عباد اللہ صاحب** نے ۱۱ بج کر ۳۵ منٹ پر "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق سکھ کتب سے پیشگوئیاں" کے عنوان پر تقریر شروع کی۔ آپ نے اپنی پون گھنٹے کی تقریر میں سکھوں کی جنم ساکھیوں اور سو ساکھیوں کے قلمی نسخوں سے سکھوں کے انحطاط اور پر گنے بٹالے میں ایک مصلح کے ظہور کے متعلق انکشافات کئے۔ آپ نے حضرت باوا گورو نانک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں بتایا۔ کہ وہ آنے والا مجھ سے بڑا گورو ہوگا۔ وہ اُسی کا شاگرد ہوگا جس کا میں ہوں اور وہ اُسی چشمے سے سیراب ہونے والا ہوگا جس سے میں سیراب ہوتا ہوں پھر آپ نے حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات ہی میں سے یہ بھی بتایا۔ کہ آنے والے کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ایک کا سلسلہ دائمی اور پختہ ہوگا۔ دوسرا کچا اور غلطی پر ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے سکھ قوم کی موجودہ بے راہ روی کے متعلق اُن کے اپنے گوروؤں کے بعض حوالے پیش کئے۔

اس کے بعد جماعت احمدیہ گجرات کے امیر ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی۔ اے۔ ایل ایل بی پلیڈر نے **"شان محمد"** کے موضوع پر تقریر شروع کی۔ اور اُس کی ابتدا حضرت مسیح موعودؑ کے اس فارسی شعر سے کی

> شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
> آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

اس کے بعد آپ نے محمدیت۔ احمدیت اور محمودیت کے مقامات۔ کیفیات اور روحانی مدارج پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ آنحضرت صلعم کی شان میں جس وارفتگی۔ محبت اور درد و کرب آپ کے ساتھ اس عاشق صادق نے ترانے گائے ہیں۔ اُس کی مثال آج سے پہلی تاریخوں اور کتابوں میں نہیں ملتی یہ بیان کرتے ہوئے آپ نے حضورؑ کے عربی۔ فارسی اور اُردو قصائد میں سے بعض اشعار پڑھ کر اُن کی تشریح فرمائی۔ اور بتایا کہ حضورؑ نے تو شعر ہی محض اس لئے کہنے شروع کئے تھے۔ کہ اپنے پیارے کی شان نذرانہ عقیدت انداز میں بھی ہو۔ بلکہ آپ نے خود اپنے ایک عربی قصیدے میں بیان فرمایا ہے کہ اے محمد عربیؐ ہمیں تو محض تیرے عشق نے شاعر بنایا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی محبت کا کرشمہ ہے کہ ہم محبت بھرے نغمے الاپنے والے بنے۔

ایک اعتراض کا جواب:۔ اس کے بعد آپ نے تقریر کے دوران ہی میں احراریوں کے اس اعتراض کا بھی مسکت جواب دیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے آنے سے توم کے دو باپ ہو جاتے ہیں۔

آپ نے گذشتہ انبیاء کے عہدوں پر نظر ڈال کر ایک ہی وقت میں آنے والے دو دو تین تین نبیوں کا ذکر فرمایا۔ اور آخر میں ثابت کیا۔ کہ محمدؐ دُاس پر ہمارے ماں اور باپ قربان ہوں!) ہی در اصل سب کے باپ ہوں گے۔ اُن کے بعد خواہ کتنے ہی نبی آئیں۔ وہ اُن سب کے بھی باپ ہونگے جس طرح وہ اپنے سے پہلے آنے والوں کے ہیں۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے بھی باپ تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کے بھی باپ تھے۔ بلکہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کی شان بیان کی ہے۔ آپ کا تو نور حضرت آدمؑ سے بھی پہلے ظاہر ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اور نثر و نظم کے جواہر پارے پڑھے اور بالآخر وقت کے ختم ہو جانے پر عاشق و معشوق کے عشق و محبت کے اس سلسلے کو مجبوراً اس شعر پر توڑ دیا

> برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
> جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

دوسرے اجلاس سے قبل ۲ بج کر ۱۵ منٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پنڈال میں خود تشریف لا کر ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ اور اجلاس دوم کی کارروائی باقاعدہ انتخاب صدر و تلاوت کلام پاک سے ہوئی۔ اس کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ایک رکن نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نظم پڑھی۔ اور پھر مکرم قاضی نذیر احمد صاحب لائلپوری فاضل سلسلہ نے اس موضوع پر ایک مدلل تقریر شروع کی "اسلام کا احیاء حضرت مسیح ناصری کی وفات سے وابستہ ہے"

وفات مسیح ناصری:۔ آپ نے تقریر کے اوائل میں قرآن کریم سے۔ احادیث سے اور اجماع اُمت سے حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات کے دلائل پیش کئے۔ اس کے بعد ان گمراہ کن وسوسوں پر روشنی ڈالی۔ جو ان کی زندگی کے غلط عقیدے سے مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔ اور پھر عیسائیوں کی ان منافقانہ چالوں کا بالتصریح ذکر کیا۔ جو انہوں نے اس غلط عقیدے کو مسلمانوں کے اندر پھیلانے کے لئے اختیار کیں۔ اور حقائق القرآن نامی رسالہ شائع کر کے کس طرح مسلمانوں کو ان کے غلط مسلمہ عقائد کی وجہ سے پابند و گردن زدنی ٹھہرایا ہے۔ تقریر کے آخر میں آپ نے دلائل دے کر ثابت کیا۔ کہ اسلام کی زندگی دراصل مسیح ناصری کی وفات ہی میں ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے جیسا کہ احمدیہ جماعت نے اسے روز روشن کی طرح ظاہر کر کے رکھ دیا ہے۔ تو خود پادریوں کے ایک سرکردہ لیڈر پادری زویمر کے قول کے مطابق اُن کی عیسائیت کا ڈھونگ ختم ہو کے رہ جاتا ہے۔ لہذا آپ نے تقریر کے آخر میں فرمایا) کہ مسیح کو مرنے دو کیونکہ اس میں اسلام کی زندگی کا راز مضمر ہے۔

قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری کے بعد مکرم مولوی عبد الغفور صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے **احکام حج اور ان کی اہمیت** کے موضوع پر ایک مبسوط تقریر کی۔ تقریر کے دوران میں پانچ ارکان حج۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ قربانی اور اجتماع کی علیحدہ علیحدہ غرض و غایت اور روح بتائی۔

اجلاس دوم کی آخری تقریر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ناظر امور خارجہ مکرم **مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے** کی اس موضوع پر تھی۔

یورپین محققین کے اعتراض "کہ اسلام نے عورت پر ناجائز پابندیاں عائد کی ہیں" کا رد

آپ نے اپنی تقریر میں جسے استفادۂ عام کے لئے بعد میں شائع کیا جائے گا۔ معاندین اسلام کے مندرجہ ذیل اعتراضوں کا جواب دیا۔

نکاح ولی کے بغیر کیوں جائز نہیں۔

نکاح کتابیہ سے کیوں جائز ہے۔

مردوں کو تعدد ازدواج کی اجازت کیوں ہے جب کہ عورتوں کو نہیں۔ عورت خلع کیوں کراتی ہے عدالت کے ذریعہ سے جب کہ مرد اپنی مرضی سے جب چاہے کیوں طلاق دے سکتا ہے۔

قرآن پاک میں مردوں کو عورتوں پر کیوں فوقیت دی گئی ہے۔

عورتوں کو ناقص العقل کیوں کہا گیا ہے اور انہیں مردوں کا باقاعدہ طور پر فرمانبردار رہنے کی تلقین کیوں کی گئی ہے عورتوں کا دائرہ عمل کیوں محدود ہے مرد کو زجر و توبیخ کی اجازت کیوں دی گئی ہے۔ شہادت میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر کیوں سمجھا گیا ہے۔ ورثے میں مرد کا حصہ عورت سے کیوں دگنا قرار دیا گیا ہے۔ وہ نماز میں مرد کے برابر کھڑی کیوں نہیں ہو سکتی۔ اُسے غیروں سے تخلیے میں ملنے کی اجازت کیوں نہیں۔ اُسے مردوں سے مصافحہ کرنے سے کیوں روکا گیا ہے اور سب سے آخر میں اُسے دوسروں اور غیروں پر اپنی زینت کو ظاہر کرنے سے کیوں روکا گیا ہے۔

جلسہ سالانہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا ارشاد

مجھ سے خواہش کی گئی ہے۔ کہ میں الفضل کے متعلق بھی تحریک کروں کہ احباب اُس کی اشاعت کو بڑھانے کی طرف توجہ کریں۔ پچھلے سال میں نے احباب کو ایجنسیاں قائم کرنے کیلئے کہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُس تحریک کی وجہ سے اب دُگنی تعداد ہو گئی ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ بھی کم ہے۔ جہاں جہاں شہروں میں جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ دوستوں کو وہاں ایجنسیاں قائم کرنی چاہئیں اور الفضل کی اشاعت کو بڑھانے میں مدد کرنی چاہیں۔

اس دفعہ ہندوستان کی جماعتوں کے لئے ایک ہفتہ وار اخبار الرحمت نامی جاری کیا گیا ہے آپ لوگوں میں سے جن احباب کے ہندوستان میں دوست ہوں۔ وہ انہیں الرحمت کا خریدار بنائیں۔ تا اُدھر کے لوگ جلد منظم ہو سکیں :۔

اطلاع برائے ممبران دار الشکر کیلئے

ممبران دار الشکر کمیٹی کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ دار الشکر کمیٹی جنوری ۱۹۵۰ء کے دوسرے ہفتہ میں ایسے تمام ممبران کو جن کا روپیہ کمیٹی کے ذمہ ہے۔ روپیہ ادا کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے ایسے اصحاب کو چاہیئے کہ وہ اپنے مکمل پتہ سے خاکسار کو بپتہ ذیل پر اطلاع دیں۔

ایسے ممبران جن کے ذمہ دار الشکر کمیٹی کی رقوم ہیں وہ براہ مہربانی اپنی ذمگی بقایا رقوم محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ کے نام بمد امانت دار الشکر کمیٹی بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

(خاکسار شیخ محمد الدین سیکرٹری دار الشکر کمیٹی ربوہ ضلع جھنگ)

درخواست دعا مغفرت

میرے والد بزرگوار قاضی محمد سعد اللہ صاحب سابق ساکن کھنہ ضلع لدھیانہ ۱۰ اور ۱۱ تاریخ ماہ حال کی درمیانی شب کو دل کی بیماری میں چند روز مبتلا رہ کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے آپ موصی تھے احباب سے التماس ہے۔ دعائے مغفرت فرمائیں۔ خادم بشیر احمد شاکر

اسلام پورہ گوالمنڈی۔ راولپنڈی)

بابا نانک صاحب کے مقدس چولہ کی مختصر تاریخ

از مکرم گیانی عباد اللہ صاحب امرتسری

(۴)

بابا صاحب نے اگر اپنی وفات سے دس سال قبل بھی یہ چولہ سیون شاہ کو دیا ہو تو اس صورت میں سنہ ۱۵۸۶ بکرمی میں یہ چولہ سیون شاہ کو ملنا تسلیم کرنا پڑے گا اور سیون شاہ نے اگر کابلی مل کو سنہ ۱۸۰۳ بکرمی میں یہ چولہ دیا تو اس صورت میں ۲۱۷ سال تک یہ چولہ سیون شاہ فقیر کے قبضہ میں رہا۔ جس وقت سیون شاہ نے یہ چولہ بابا نانک صاحب سے حاصل کیا اس وقت اسکی عمر ۴۰ سال کی تسلیم کی جائے تو سنہ ۱۸۰۳ بکرمی میں اسکی عمر ۲۵۷ ثابت ہوگی۔ اس طرح یہ ماننا پڑے گا کہ سکھوں کے دس گورو صاحبان سیون شاہ فقیر کی آنکھوں کے سامنے ہوئے۔ کیونکہ بابا نانک کی وفات گیانی گیان سنگھ نے خود ہی سنہ ۱۵۹۶ بکرمی بیان کی ہے اور گورو گوبند سنگھ ان کے نزدیک سنہ ۱۷۶۵ بکرمی میں فوت ہوئے تھے (ملاحظہ ہو گورودھام سنگرہ صفحہ ۲۸) اور بابا نانک کی وفات سے گورو گوبند سنگھ کی وفات تک ۱۶۹ سال کا زمانہ بنتا ہے۔ گویا اس طرح سیون شاہ فقیر گورو گوبند سنگھ کے بعد ۳۸ سال تک زندہ رہا۔ لیکن گیانی گیان سنگھ یا ان کا کوئی ہم خیال تاریخ سے اس بات کو ثابت نہیں کر سکتا کہ کوئی ایسا سیون شاہ فقیر ہوا ہو جس نے گورو نانک سے لے کر گورو گوبند سنگھ تک زمانہ پایا ہو۔ بلکہ گورو گوبند سنگھ کے بعد بھی ۳۸ سال تک زندہ رہا ہو۔

ہمیں افسوس ہے کہ گیانی گیان سنگھ نے چولہ کا ذکر کرتے ہوئے ڈیرہ بابا نانک کے بیدی صاحبان کو اور ہم احمدیوں کو بغیر سوچے سمجھے کوسا ہے۔ اور آپ نے جو "اصلاحات" بیان کی ہے اس اصلیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ گیانی صاحب موصوف کی اپنی ہی (متضاد اور مختلف تحریریں) اسکی کھلے بندوں تغلیط کر رہی ہیں۔ گیانی صاحب نے چولہ صاحب کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"پراچین قلمی پوتھیوں میں چولہ صاحب کی ساکھی نہیں" پنتھ پرکاش صفحہ ۵۵

اگر گیانی صاحب کی یہ بات صحیح ہے تو پھر ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پراچین قلمی اور مطبوعہ جنم ساکھیوں میں پنجہ صاحب کی ساکھی کا بھی نام و نشان نہیں۔ اگر عدم ذکر سے عدم شئی لازم ہے تو پھر گیانی صاحب کے ہم خیال لوگ پنجہ صاحب کے گوردوارہ کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ کیا وہ اس گوردوارہ کو فرضی تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ دوسرے عرض ہے کہ گیانی صاحب نے اس امر میں بھی مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہمارے پاس ایک قلمی جنم ساکھی ہے جو بھائی کرم لکھاری کی نوشتہ ہے اور جسے اس نے نواں شہر دوآبہ کی دھرم سالہ میں لکھا ہے اس جنم ساکھی کے صفحہ ۲۵۹ سے صفحہ ۲۶۱ تک چولہ صاحب کی ساکھی مکمل شکل میں موجود ہے۔

گیانی گیان سنگھ کے بعد آنے والے سکھ مؤرخین اور سکھ مصنفین نے بھی زیادہ تر گیانی صاحب کے نمونہ کو ہی مدنظر رکھا ہے اور انہوں نے بھی ایک دوسرے کی تحریرات کو دیکھے بغیر من مانی باتیں سکھ کتب میں داخل کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چولہ صاحب کے متعلق سکھ مصنفین کی تحریرات میں بے حد تضاد پایا جاتا ہے۔ گیانی صاحب نے تو چولہ پیش کرنے والے خلیفہ بغداد کا نام بکر بیان کیا ہے۔ لیکن گیانی ٹھاکر سنگھ نے اس کا نام سلیم ظاہر کیا ہے۔

(گوردوارے درشن صفحہ ۵۸) ایک اور صاحب نے اس کا نام سلطان حمید بیان کیا ہے (سوانحعمری گورونانک دیوجی صفحہ ۲۳۷) اور کسی نے یہ لکھا ہے کہ یہ چولہ ۶ ... کے بادشاہ نے آپ کی خدمت پیش کیا تھا۔ (گورودھام دیدار صفحہ ۲۰) یہی صاحب اپنی اس کتاب میں اس چولہ کا باباجی کو بغداد کے خلیفہ بکر کی بیگم سے ملنا تحریر فرماتے ہیں (گورودھام دیدار صفحہ ۲۵۷) اور کوئی یہ بتاتا ہے کہ عرب۔ فارس اور مصر کے کسی پیر نے یہ چولہ بابا صاحب کی نذر کیا تھا۔ (مہمان کوشش صفحہ ۲۷ درسالہ امرت نومبر سنہ ۱۹۳۸ء) کوئی اس چولہ کا بابا صاحب کو بغداد کے حاکم سے ملنا بیان کرتا ہے (نانک پرکاش سمپارت صفحہ ۹۱۳) اسکے علاوہ اس چولہ کے متعلق یہ لکھنے والے بھی موجود ہیں کہ پیر دستگیر عبدالقادر جیلانی کی گدی کے سجادہ نشین نے بابا صاحب کو ولی اللہ خیال کرکے عطا کیا تھا۔ (گورونانک دیوجی مصنفہ گورمکھ سنگھ صفحہ ۸) اور کوئی یہ ظاہر کرتا ہے کہ باباجی قاروں بادشاہ کے ملک میں گئے تھے۔ تو خلیفہ قاروں نے اپنا چولہ جس پر قرآن شریف کی آیات اور کئی قسم کے کلمات لکھے ہوئے تھے۔ آپ کی نذر کیا تھا۔ (جیون بہ تانت دس گورو صاحبان صفحہ ۱۰۲)

اسی طرح گیانی لال سنگھ نے اس خلعت کو خلیفہ بغداد کی بھینٹ بتایا ہے اور اس پر قرآن شریف کی آیات کا کشیدہ کاری سے بنایا ہوا بیان کیا ہے۔ اور اب اس چولہ کا ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہونا بھی تسلیم کیا ہے

(تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۱۵۳)

لیکن یہی صاحب اپنی اس کتاب میں آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ یہ چولہ شاہ روم کی بیگم نے آپ کو دیا تھا اور اس پر آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اور آجکل یہ چولہ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے۔

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۵۹)

ایک اور صاحب نے لکھا ہے کہ بابا نانک کو یہ چولہ حبشہ میں اسلام میں داخل کرنے کی غرض سے پہنایا گیا تھا۔ (گورو تیرتھ سنگرہ صفحہ ۲۳۳) اور دوسرے نے لکھا ہے کہ یہ چولہ باباجی کی عراق اور عرب کے دلیول پیروں اور فقیروں پر فتح پانے کی نشانی ہے۔ (گورو سمپارت صفحہ ۹۱۲) بعض لوگ اسے بابا صاحب کی فرضی یادگار بیان کرنے کی جسارت بھی کرتے ہیں (اخبار شیر پنجاب لاہور ۶ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء) کئی لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس چولہ پر آیات کشیدہ کاری سے بنائی گئی ہیں (میان کوشش صفحہ ۱۲۷ در رسالہ امرت نومبر سنہ ۱۹۳۸ء) (تیاس سنگھ گورو صاحبان صفحہ ۸۷) لیکن اسکے برعکس ایسی تحریریں بھی موجود ہیں کہ چولہ پر عبارت عربی کی سیاہ روشنائی سے لکھی ہوئی ہے (گورودھام دیدار صفحہ ۲۰۱) ایک نے چولہ کا کپڑا ریشمی ظاہر کیا ہے

(تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۶)

دوسرا لٹھے کا کپڑا بیان کرتا ہے۔ (گورودھام دیدار صفحہ ۲۰۰) اسی طرح ایک نے یہ لکھا ہے کہ چولہ پر کئی زبانوں میں قرآن شریف اور زبور کی آیتیں ہیں (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۵) ایک اور صاحب نے کئی زبانوں میں صرف قرآن شریف کی آیات ہونا ہی تسلیم کیا ہے (مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲) اور بعض لوگ محض عربی میں ہی قرآن مجید کی آیات کا ہونا لکھتے ہیں۔ (رہتاس سنگھ گورو صاحبان صفحہ ۸۷) (در تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۱۵۳) اسی طرح بعض نے یہ لکھنے کی زحمت گوارا کی ہے کہ چولہ پر تمام عالم کے حروف ہیں (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۹) اور بعض نے صرف کئی زبانوں کا ہونا لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ (مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۶) کوئی اس چولہ پر بہت کچھ لکھا ہوا کہنے میں بھی اپنا فائدہ خیال کرتا ہے (گورو استھان درشن صفحہ ۷۶) بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک یہ چولہ نہیں بلکہ کوٹ ہے۔ (گورمت رہتاس گورو خالصہ صفحہ ۴۷) سکھوں نے ان باتوں پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ جنم ساکھی بھائی بالا کے لعض ایڈیشنوں میں یہ لکھدیا کہ کرتارپور سے آیا چولہ پھر کرتارپور ہی چلا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے یہ لکھنے کی جرأت کی کہ بابا صاحب یہ چولہ پیر دستگیر کے بیٹے کے حوالہ کر آئے تھے۔ جسے اس نے سنبھال کر رکھ لیا تھا۔ کابلی مل دستگیر کے پوتے سے لے آیا تھا۔ (سری گورو پور کاش محلہ منبر ۵۲) اور کسی نے یہ لکھدیا کہ گورو جی نے یہ چولہ پیر بہاؤالدین کے سپرد کر دیا تھا۔ اور سنہ ۱۸۲۵ بکرمی کو کابلی مل اس کے بلانے پر وہاں سے چولہ لے آیا۔ پنتھ پرکاش صفحہ ۵۵۔ یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بابا صاحب یہ چولہ سیون شاہ کے سپرد کر آئے تھے۔ جس سے کابلی مل نے سنہ ۱۸۰۳ بکرمی میں حاصل کیا تھا (گورودھام دیدار صفحہ ۶۲) یہی تیسری کتاب میں یہی صاحب لکھتے ہیں کہ بابا صاحب یہ چولہ اپنے ساتھ لے آئے تھے (تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۵) کوئی یہ بیان کرتا ہے کہ یہ چولہ گورو صاحب نے سوان شہر جاکر بھائی طوطا جی کے حوالہ کر دیا تھا (گورودھام دیدار صفحہ ۲۰) ایسی تحریریں بھی ہیں کہ یہ چولہ باباجی نے اپنے بیٹے سری چند کے سپرد کر دیا تھا۔ (جیون سری چند صفحہ ۲)

یہ سب کچھ کیوں لکھا گیا۔ اسکے متعلق ہمیں مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ متضاد تحریریں خود ظاہر کر رہی ہیں کہ ان کا مقصد کیا ہے ہم ناظرین کی توجہ سکھوں کے مشہور ودوان بھائی ویر سنگھ امرتسری کی مندرجہ ذیل تحریر کی طرف مبذول کرواتے ہیں۔ چنانچہ بھائی صاحب نے لکھا ہے:-

"ایک ماجرا کے بیان کرنے میں اگر مصنفین متضاد باتیں لکھیں۔ تو ان کے بتائے ہوئے تمام حالات صحیح قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ بلکہ وہ دلیل ہوتے ہیں تمام معاملہ یا اسکے اکثر حصہ کے بناوٹی ہونے کی"

(گور پرتاپ سورج سمپادت صفحہ ۵۰۳)

نیز ایک اور سکھ ودوان سردار گنڈا سنگھ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

"ایک دوسرے کے خلاف بلکہ بعض حالات میں اپنے خلاف (Self Contradictory) تحریروں کو صحیح تسلیم کر لینا۔ اور وہ بھی بغیر کسی ثبوت کے تاریخ سے انصاف نہیں"۔

(رسالہ پنج دریا لاہور اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء)

(باقی)

فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور تعلیم الاسلام کالج کی طرف سے

امریکی ماہرین تعلیم کے اعزاز میں دعوت

(سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی)

لاہور ۲۲ دسمبر:- آج سہ پہر فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور تعلیم الاسلام کالج کی طرف سے ڈاکٹر آرتھر ایچ کامپٹن اور "ایسوسی ایشن آف امریکن یونیورسٹی پریذیڈنٹس" کے وفد کے اعزاز میں وسیع پیمانے پر ایک دعوت چائے کا انتظام کیا گیا۔ جس میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی شرکت فرمائی۔ جو بزرگان سلسلہ اس دعوت میں شریک ہوئے۔ ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مولانا عبدالرحیم صاحب درد۔ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی سابق امام مسجد احمدیہ شکاگو۔ شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ۔ شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں مغربی پنجاب کے ماہرین تعلیم۔ یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان۔ مقامی کالجوں کے پرنسپل اور اساتذہ۔ امریکن قونصل خانہ کے ممتاز اراکین۔ مدیران جرائد اور دیگر معززین شہر نے بھی ایک بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مشہور ولندیزی اخبار نویس بہن مسز رتیہ مارگریٹ میتھاسن بھی تشریف لائی ہوئی تھیں۔

(سٹاف رپورٹر)

"زندگی وقف کر دینے کے بعد اب میری اپنی مرضی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

پہلے امریکی واقف زندگی کے قابل رشک جذبات

ربوہ ۲۲ دسمبر:- پہلے امریکی واقف زندگی مکرم رشید احمد صاحب مورخہ ۲۲ دسمبر بروز جمعرات ساڑھے آٹھ بجے شب کراچی اور لاہور ہوتے ہوئے بذریعہ ریل ربوہ پہنچے۔ گاڑی پہنچنے کی دیر تھی کہ اسٹیشن کی تمام فضا اللہ اکبر۔ اسلام زندہ باد! احمدیت زندہ باد!... کے پرجوش نعروں سے گونج اٹھی۔ بزرگان اور احباب جماعت ایک کثیر تعداد میں اسٹیشن پر موجود تھے۔ نیز سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی از راہ شفقت تشریف لائے ہوئے تھے۔ ریل کے دوسرے مسافر استقبال کے اس پرکیف منظر کو دیکھ کر ساکنان ربوہ کے جوش و خروش سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ان میں سے اکثر نے خواہش ظاہر کی کہ نووارد امریکی مہمان کی جو آگے چل کر اسلام کا سپاہی بننے والا ہے۔ انہیں بھی زیارت کرائی جائے۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کو پورا کیا گیا۔

دفتر وکالت تبشیر کے ایک ذمہ دار افسر نے مکرم رشید احمد صاحب کو اھلاً و سھلاً و مرحبا کہتے ہوئے ان سے دریافت کیا۔ کہ انہیں اسلام قبول کئے ہوئے کتنا عرصہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی سابق امام مسجد احمدیہ شکاگو کی واپسی سے کچھ عرصہ قبل ہی انہیں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ جب یہ دریافت کیا گیا۔ کیا ان کی یہ خواہش ہے کہ اپنے ملک میں جا کر لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائیں تو انہوں نے فوراً جواب دیا۔ میری اپنی مرضی کا اب کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ میں تو اپنی زندگی خدمت اسلام کی خاطر اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین کے حضور پیش کر چکا ہوں۔ حضور کی طرف سے جو حکم بھی ملے گا۔ اسے بجا لانے کی پوری کوشش کروں گا۔

بیگم نشتر دار المہاجرات میں

لاہور ۳۰ دسمبر۔ بیگم سردار عبدالرب نشتر بیگم رائج اے مجید۔ بیگم فدا حسن اور بیگم جی۔ اے خان سیکرٹری آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن کی معیت میں جمعرات کی صبح کو زنانہ جیل اور دار المہاجرات جیل روڈ میں تشریف لے گئیں۔ معائنہ کے دوران میں بیگم صاحبہ سردار عبدالرب نشتر نے بھیک مانگنے اور جرائم کے مرتکب مجرموں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے اطوار میں اصلاح کرنے بُری عادتوں کو ترک کرنے کے لئے کہا۔ بیگم صاحبہ نے دومن ہوم میں مقیم مستورات کو محبت بھرے لہجہ میں بتایا کہ موجودہ حکومت ان کی اپنی حکومت ہے۔ اور یہ ان کے مستقبل کو بہتر بنانے کے مسئلہ سے کماحقہ آگاہ ہے۔

آپ نے انہیں یہاں کے قیام سے انتہائی فائدہ اٹھانے مختلف دستکاریاں سیکھنے انہیں اپنی خیر و عافیت اور اپنے ملک کی بھلائی کے لئے خدا کے حضور دست بدعا رہنے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا ماضی قریب کا برا زمانہ زندگی کی تعمیر جدید میں حائل نہیں ہونے دیا جائے گا۔

باؤنڈری کمیشن کے روبرو شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی بحث

احمدیہ جماعت کی ۵۴۷ شاخیں ہیں۔ جن میں سے ۴۷۵ پاکستان میں آتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ۷۴ فیصدی جماعتیں پاکستان میں آتی ہیں۔ جیسا کہ جناب جانتے ہیں۔ کہ جماعت کے مرکزی خزانہ میں روپیہ طوعی چندوں سے آتا ہے۔ اور چندہ ادا کرنے والوں کی اکثریت کل جماعت کا تین چوتھائی حصہ جو چندہ ادا کرتا ہے پاکستان میں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قادیان کو پاکستان میں شامل کیا جائے۔ علاوہ ازیں ۱۵۰۰ ایکڑ اراضی جو مرکزی انجمن نے خریدی ہوئی ہے وہ بھی پاکستان میں واقع ہے۔ اور جماعت کے افراد کی ملکیت اراضی جو اس تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ وہ بھی پاکستان میں واقع ہے۔

اب میں جماعت کے لٹریچر کو لیتا ہوں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جماعت کا تمام لٹریچر اردو زبان میں ہے۔ اس لئے جہاں تک افراد جماعت کا تعلق ہے اردو لٹریچر سے ان کا تعلق ناگزیر ہے۔ جو زبان ہندوستان میں پروان چڑھائی جا رہی ہے۔ اس کا اردو سے قطعاً کوئی تعلق نہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہاں دیوناگری رسم الخط رائج کیا جائیگا۔ یہ نہایت اہم سوال ہے۔ کیونکہ جماعت کے افراد کو اپنی خوشحالی اور ملازمتوں کے لئے ہندی سیکھنا پڑے گی۔ اور اگر وہ ایسا کریں گے۔ تو اس کے معنے ان کی روحانی موت اور روحانی جمود ہوں گے۔ اس کے برخلاف اگر وہ اردو سے چمٹے رہیں گے۔ تو یہ امر ان کی اقتصادی حالت پر بُری طرح اثر انداز ہوگا۔ اس لئے گزارش ہے۔ کہ ان کی اقتصادی حالت اور مذہبی لٹریچر کے پیش نظر قادیان کو پاکستان میں شامل کیا جائے۔

سوال آنریبل جسٹس تیجا سنگھ۔ احمدیہ جماعت کا اسلام میں موقف کیا ہے؟

جواب شیخ بشیر احمد۔ ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم اول سے آخر تک مسلمان ہیں۔ ہم اسلام کا ایک حصہ ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ احمدیہ جماعت کا اساسی مقصد دنیا کے گوشے گوشے میں تبلیغ و اشاعت اسلام ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے لازم ہے کہ جماعت کو ایسے ماحول میں محصور کیا جائے جہاں انکے لئے مذہبی اشاعت کے راستے میں روکاوٹیں پیدا کی جائیں گی۔ جیسا کہ جناب کو اچھی طرح معلوم ہے انڈین یونین میں ایک فرقہ سناتنیوں کا ایسا ہے۔ جو تبدیل مذہب کے خلاف ہے۔ اس لئے قدرتاً ہم کو اپنے مقصد کے حصول میں سخت دقت ہوگی۔ جو یہ ہے کہ ہر ایک کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لایا جائے۔ اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ احمدیہ جماعت اس کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔

ایک اور اہم سوال جس کی طرف اس مرحلہ پر جناب کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے کہ کمیشن کو جو معاملات تفویض کئے گئے ہیں۔ ان میں مسلم اور غیر مسلم کی [illegible] ہے۔

غیر مسلم ایک منفی تعریف ہے۔ جس میں وہ افراد شامل نہیں ہیں۔ جن کا مذہب اسلام ہے۔ اس لئے جہاں تک اس کمیشن کے مقاصد کا تعلق ہے۔ یہ پہلا سوال ہے کہ مسلمانوں کی ٹھوس حیثیت کو مدنظر رکھا جائے۔ میں یہ امر بطور مشورہ پیش کر رہا ہوں۔ لوگوں کا کوئی ایسا ٹھوس گروہ موجود نہیں ہے۔ جس کو غیر مسلم کے نام سے موسوم کیا جائے۔ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے پیرو۔ پارسی عیسائی۔ ہندو وغیرہ ہیں۔ ان سب کے لئے غیر مسلم کی اصطلاح موزوں ہے۔ جو بنیادی معاملہ آپ کو فیصلہ کے لئے تفویض کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسلم اکثریت اور غیر مسلم اکثریت کے علاقوں کا تعین کریں۔ صرف مسلمانوں کا فریق ہی ایسا ہے۔ جو ٹھوس حیثیت کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ سکھوں کی حیثیت علیحدہ نہیں ہے۔ وہ غیر مسلم کی اصطلاح میں شامل ہیں۔ کمیشن کی شرائط میں صرف مسلمانوں کے فرقہ کی وحدت کا قیام مدنظر رکھا گیا ہے۔

اس تقسیم کا بنیادی اصول مذہب ہے۔ قادیان اسلامی دنیا کی ایک بین الاقوامی یونٹ بن چکا ہے۔ اس لئے اس یونٹ کا حق ہے۔ کہ وہ فیصلہ کرے کہ آیا ہند یونین میں آنا چاہتی ہے یا پاکستان میں۔ سو ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہم پاکستان میں آنا چاہتے ہیں۔ دوسری بات جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا۔ تو باقی اسلامی دنیا سے اس کے تعلقات بہت قریبی ہو جائیں گے۔ پاکستان میں ہماری جماعت کو زیادہ آسانیاں ہوں گی۔ اور جماعت کے مفادات زیادہ محفوظ ہوں گے۔ اس بناء پر بھی میں زور دوں گا۔ کہ ہمارے دعاوی پر اور بھی زیادہ توجہ مبذول کی جائے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

دنیا میں امن صرف اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور اسکی سچی اطاعت سے ہی قائم ہو سکتا ہے (امیر المؤمنین)

صدر انجمن احمدیہ کی ضبط شدہ جائیداد واگذار کر دی جائے۔ محلوں کے پہلے اسلامی نام بحال رکھے جائیں (قرارداد)

جماعت احمدیہ کا ۵۹ واں کامیاب جلسہ۔ عجز و انکسار اور محبت و مودت کے رقت آمیز نظارے

قادیان ۲۸ دسمبر پورے تقریباً اڑھائی سال کے بعد اتوار کو ۵۶ پاکستانی احمدیوں کا ایک قافلہ جس میں دو عورتیں بھی تھیں شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور کی قیادت میں قادیان کے ۵۹ ویں جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آیا۔ اسی روز ۱۳۸ ہندوستانی احمدیوں کا ایک گروہ ہندوستان کی جماعت ہائے احمدیہ سے قادیان میں وارد ہوا۔ جس میں چار عورتیں اور پانچ بچے بھی شامل تھے۔ انہیں شہر میں حفاظت کے ساتھ احمدیہ کالونی تک پہنچا دیا گیا۔ جہاں انہوں نے مختلف گھروں میں قیام کیا۔ جب ہندوستانی احمدیوں نے پاکستانی احمدیوں سے ملاقات کی۔ تو محبت و مودت کے نہایت ہی رقت آمیز مناظر نظر آئے۔ پہلے سب نے مل کر مسجد میں اور بہشتی مقبرہ میں دعائیں کیں۔ جلسہ حسب سابق گذشتہ سال والے صحن ہی میں شروع ہوا۔ جس کے گرد جماعت کے اپنے رضاکاروں کا اور سنٹرل پولیس کا کڑا پہرہ تھا۔ اس جلسے میں قریباً ایک ہزار افراد نے شرکت کی۔ زائرین میں سے پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر مقیم جالندھر میجر جنرل عبدالرحمن کا نام قابل ذکر ہے [illegible]

امیر جماعت احمدیہ قادیان مولوی عبدالرحمن جٹ صاحب نے جلسے کی افتتاحی تقریر کی۔ جس میں آپ نے بعض مقتدر احمدی اکابر کے پیغامات اور دنیا بھر کے احمدی مشنوں سے آئے ہوئے برقی مراسلات پڑھ کر سنائے۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا۔ کہ یہ جلسہ تقسیم کے بعد جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کا تیسرا جلسہ ہے۔

اس کے بعد پاکستانی احمدیوں کے قافلے کے لیڈر شیخ بشیر احمد کرسی صدارت پر آئے۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں امام جماعت احمدیہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ان معروفیات کا ذکر کیا۔ جس کی بنا پر حضور اپنے ان پروانوں کو کوئی خاص پیغام نہیں بھیج سکے تھے۔ شیخ بشیر احمد صاحب نے بتایا۔ کہ حضور نے اس قافلے کو خود ایک لمبی رقت آمیز دعا کے ساتھ وداع کیا تھا۔ اور دیگر بابرکت ارشادات کے علاوہ مجھے زبانی آپ تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے کہا تھا۔

اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔ اسکی کامل اطاعت کرو اسی پر کامل یقین اور اسی کی کامل اطاعت کے ساتھ دنیا میں امن قائم ہو سکے گا۔

شیخ صاحب نے بتایا کہ کس طرح ہر پاکستانی احمدی کا قادیان آنے کے لئے دل بیقرار رہتا ہے لیکن یہ مجبوریاں ہی کچھ اس قسم کی ہیں۔ کہ وہ انہیں عبور نہیں کر سکتے۔ اور اس قادیان میں پہنچ نہیں سکتے۔ جو اپنے تقدس کی وجہ سے ایک بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ آپ نے کہا۔ لیکن مجھے امید ہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہو کر رہے گی۔ اور شیطان کا یہ تسلط جو یقیناً عارضی اور ناپائیدار ہے۔ ختم ہو کر رہے گا۔

جلسے میں جتنی تقاریر ہوئیں۔ ان میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام بیان کئے گئے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئیاں اور معجزات پر تبصرے ہوئے اور اسلام و احمدیت کی تعلیم پر بحث کی گئی۔ مقرروں نے اپنی تقریروں میں اس بات پر خاص طور پر تبصرہ کیا۔ کہ اسلام۔ ہندو ازم یا سکھ ازم یا عیسائیت الغرض کوئی مذہب بھی تعصب اور بربریت کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور ان سب میں کئی ایک باتیں مشترک ہیں۔ مقرروں نے حاضرین جلسہ کو تلقین کی۔ وہ ان سب مذاہب میں نیک باتوں پر عمل کریں۔ جو سب میں مشترک ہیں۔ اس جلسے میں متفقہ طور پر ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ جس میں حکومت ہندوستان و مشرقی پنجاب کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے ہندوستانی اور پاکستانی احمدیوں کو قادیان آنے کی اجازت دی۔ اور سہولتیں بہم پہنچائیں۔ اس جلسے میں دیگر دینی امور کے علاوہ مندرجہ ذیل باتوں پر بھی زور دیا گیا۔

اول۔ قادیان جماعت احمدیہ کا مرکز ہے۔ جس کی شاخیں ساری دنیا پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کی وجہ سے متعدد احمدیوں کو قادیان کو مجبوراً چھوڑنا پڑا تھا۔ اور وہ واپس آکر یہاں بسنے کے لئے بے قرار ہیں۔

دوم۔ جب تک تمام احمدیوں کو قادیان آنے جانے کے انتظامات نہیں ہوتے یہ اجازت ضرور ملنی چاہیئے کہ جو احمدی اس وقت بھی قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے اہل و عیال ان سے مل سکیں۔

سوم۔ پچاس ساٹھ کے قریب ایسے زائر احمدی یہاں مقیم ہیں جو فسادات کے ایام میں قادیان آئے تھے اور اب وہ واپس اپنے وطن پاکستان جانے کے لئے بے تاب ہیں۔ اسکے علاوہ بعض قادیان کے ابتدائی باشندے اپنے وطن میں آکر بسنے کے لئے بیقرار ہیں۔

چہارم۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان جسکی ۱۹۰۶ء میں باقاعدہ طور پر رجسٹری ہوئی تھی۔ اسکی دو کروڑ کی مالیت کی جائیداد متروکہ جائیداد قرار دے کر حکومت نے قبضے میں لے لی ہے۔ حالانکہ وہ اب بھی قادیان میں موجود ہے۔ اور اس کے بعض ممبر بھی قادیان سے نہیں گئے۔

پنجم۔ یہ بھی گذارش کی جاتی ہے کہ قادیان کے بعض تعلیمی اداروں کو بہت جلد واگذار کر دیا جائے۔ کیونکہ ہندوستانی احمدیوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے ضروری ہے۔ اور وہ اب تک محض ان اداروں کے نہ ہونے کی وجہ ہی سے نظر انداز ہو رہی ہے۔

ششم۔ جو ہندوستانی احمدی مذہبی اور دینی تعلیم سیکھنے کے لئے باہر جانا چاہیں۔ انہیں ہر قسم کی سہولتیں دی جائیں۔

ہفتم۔ ان کی بعض مسجدیں اور قبرستان فسادات کے ایام میں تباہ و مسمار کر دیئے گئے ہیں۔ انہیں واگذار کیا جائے۔ اور انکی مرمت و تعمیر کے لئے مناسب انتظامات کئے جائیں۔

ہشتم۔ قادیان احمدیوں کا مذہبی مرکز ہے۔ اور گو حکومت نے پناہ گزینوں کو بعض حالات کے تقاضے کے ماتحت اسی میں رہنے کی اجازت دے دی ہے۔ تاہم قادیان میونسپلٹی کے اس اقدام نے کہ اس نے بعض محلوں اور گلیوں کے اسلامی نام بدل دیئے ہیں۔ جن سے مذہبی تقدس وابستہ تھا۔ اور سلسلے کی بعض روایات وابستہ تھیں۔ ان کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ جماعت ہائے احمدیہ قادیان حکومت سے درخواست کرتی ہے۔ کہ قادیان کے محلوں اور گلیوں کے اپنے پہلے اسلامی ناموں کو بحال رکھا جائے۔ اور جماعت کے مذہبی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۰ء)

قادیان (برقیہ) ۳۰ دسمبر۔ ۲۶ دسمبر کو قادیان سے مولوی محمد صدیق صاحب نے بذریعہ تار مندرجہ ذیل اطلاع دی۔ آج کا اجلاس بخیر و خوبی انجام پایا۔ ایک ہزار سے زائد افراد شریک جلسہ ہوئے۔ جلسے کی صدارت شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے کی۔ ہندوستان کی جماعتوں کے ۱۳۸ احمدی شامل ہوئے۔ پاکستان کے ڈپٹی ہائی کمشنر نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔ مکرم عبدالحمید [illegible] صاحب عاجز۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مولوی شریف احمد صاحب امینی۔ مولوی محمد ابراہیم۔ مرزا واحد حسین اور بھائی عبدالرحیم قادیانی نے مختلف موضوعات پر بصیرت افروز تقاریر کیں۔

(بقیہ صفحہ اول۔ مراجعت از قادیان)

مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے اسی وقت نمائندہ الفضل کے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ انڈین یونین کے افسران کا رویہ بہت ہمدردانہ تھا۔ اور انہوں نے حتی الوسع اپنی فرض شناسی کا پورا ثبوت بہم پہنچایا۔ راستے میں خدا کے فضل سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اور کسٹم کے افسران نے بھی فیاضانہ سلوک روا رکھا۔ قادیان پہنچنے پر چند مقامی غیر مسلم احباب بھی خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ ۲۹ دسمبر کو مقامی غیر مسلم اصحاب اور افسران کی طرف سے قادیان کے گوردوارے میں تمام پاکستانی اور ہندوستانی زائرین کو چائے پر مدعو کیا گیا۔ واپسی پر بھی افسران نے اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اور اول سے آخر تک دونوں حکومتوں کے افسران کا رویہ ہمدردانہ رہا۔ — ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مکرم شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ عوام میں یہ احساس پایا جاتا ہے۔ کہ اب اصلاح حال کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ان میں گذشتہ واقعات پر ندامت کا احساس بھی موجود تھا۔

واہگہ سے روانہ ہو کر قافلہ دعائیں پڑھتا اور تحمید و تمجید کرتا ہوا رتن باغ پہنچا۔ جہاں مقامی جماعت کے بہت سے احباب زائرین کے استقبال کیلئے جمع تھے۔ قافلے کے پہنچنے پر نعرہ ہائے تکبیر اور حضرت امیر المؤمنین زندہ باد کے نعروں سے تمام فضا گونج اٹھی۔ تمام زائرین نے پہلے رتن باغ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک رقت آمیز دعا کے بعد امیر قافلہ مکرم شیخ بشیر احمد صاحب نے تمام زائرین کو اپنے گھروں کو جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۵ دسمبر کی صبح کو جب زائرین کا یہ قافلہ قادیان روانہ ہوا تھا۔ تو رتن باغ میں سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ لاہور کے سینکڑوں احباب نے درد و کرب سے نکلی ہوئی رقت آمیز دعا کے ساتھ قافلے کو رخصت فرمایا۔ اور سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے لاریوں کے قریب تشریف لے جا کر تمام زائرین کو شرف مصافحہ بخشا۔ علاوہ ازیں حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے اور مقامی احباب کی ایک بڑی جماعت علیحدہ موٹروں میں واہگہ تک قافلے کے ساتھ گئی۔ جہاں قافلے کو سرحد پار ہندوستان کے حکام کی نگرانی میں سونپنے کے لئے ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور مسٹر ایس۔ ایس جعفری تشریف لائے ہوئے تھے۔ واہگہ کی سرحد پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے تمام حاضرین سمیت ایک بار پھر دعا فرمائی۔ اور قافلے کو سرحد عبور کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ ٹھیک دس بجکر ۲۵ منٹ پر قافلہ سرحد پار کر کے ہندوستانی علاقے میں داخل ہوا۔